

چوں بنیر از عمارت مفتوحه پیچ پائیت
بجز وہ نم نیم زیاں گپرخ کج باز دین

پہلے مصرع کی تقدیر عبارت یہ ہے مدین ازاں بالاتر کہ فلک را برین دستے تواند بود، تشریح کردوں
سے مراد خود کردوں یا سچ اسد یا سچ پنجہ یازیدن دست دراز کردن و حملہ نمودن۔ دو این سخن
بہر اس شدن۔

ہر گرا کردوں بلند اوازہ تر خواهد بہر
نوبت شامی دہر و نگاہ بنواز دین

بنواز دین۔ یعنی اسکو میرے ذریعے سے مغز کرتا ہے دوسرے شعر میں اسکی تشریح ہے۔

پادشاہاں را سخن گفتن ہمار کہہ سکت
دیدہ و در شاہے کہ گاہ گفتن انداز دین

و تو گوئی پادشاہ را مایہ بنود۔ نیم بیت
خود بتا ہاں مایہ نیم گریہ پیر داز دین

انگہ چوں در ملک ہستی سگہ شامی زند
سگہ شامی بلفراستے یہ لکھی زند

قولہ پادشاہ را مایہ بنود، اس سے یا تو یہ مراد ہے کہ سلاطین عمد اس قدر مایہ نہیں رکھتے کہ سیرے

کمال کے موافق میری قدر کریں، اور یا یہ مطلب ہے کہ بہادر شاہ مروج جو اس زمانے میں مرزا

کے صوفی اور پادشاہ کے لقب سے لقب تھے وہ گروش روزگار سے بے مایہ ہیں۔ قولہ گرا

پیر داز دین، پیر داز کا فاعل دوسری بیت میں واقع ہوا ہے یعنی وہ انگہ چوں در ملک

ہستی لایع مراد اس سے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں جسکی مقبت میں مرزا نے

یہ ترکیب بند لکھا ہے۔

قطعات

ہزار معنی سرچوش خاص نطق من ست
کراہ ذوق دل - دگوی او غسل بردست

زر قنگاں ہیکے گرتو ارم زود داد
مراں کہ خوبی آرایش غسل بردست

مراسم تنگ کے نخر اوست کان بہن
بسی فکر سا - جا بجاں محل بردست

بسر گمان تو ارد۔ یقین شناس کہ دزد
متلاع من زہن نجانہ اول بردست

تو ارم
تو ارم
تو ارم

فحمت اگر ت دست وہ منتقم انکار
ساقی و شرابے و سرودے

ز ہمار ازاں قوم نباشی کہ فریبند
حق را بچودے - دینی را بدردے

اسے کہ خواہی کہ بعد ازین باشم
مخلص صادق الولاے تو من

گر ترا شیوہ شاہدی بودے
کردے جان و دلفصلے تو من

در ترا پیشہ شاعری بودے
سودے چشم و سرباے تو من

در ترا پایہ خسروی بودے
تفتے گوہر شتاے تو من

چوں ازیناۓ - مرا چہ ضرور
کہ شوم ہرزہ مبتلاے تو من

راست گویم - بہانہ چند ارم
ناصح مشفقتم بر اسے تو من

بسکہ بر مال و جاہ مغروری
نیستم خوش ازین اداسے تو من

تو ارم

تو ارم
تو ارم
تو ارم

چکنی اکایں فسادیم و درست
داسے سن اگر بوم بجاسے تو من
بتو ہرگز ندادے نہ و سیم
خواجہ اگر بودے خدا سے تو من

ویدی آن بدگنر - و ہر دو لایش پرزیر
ز ان کہ او خود بسیر ابن عسلی تیغ نرائند
گفتم البتہ کہ شب تیر ماں می آرزو
گفت زان رو کہ عزیزاں ہمہ مسلم بودند
کہ ہر خشم آید کہ اگر زشت و پلیدش گویند
خواجہ از تنگ نخواہد کہ زیدش گویند
کہ شہیدش بنویسند و سیدش گویند
نتران کرد گوارا کہ شہیدش گویند

کردہ نجدے کہ در ویرانے کاشانام
گرہ بچوت ماندہ باشم نکتہ بار خود پیچ
بتیے از استاد ویرم ذوق کے بختید - لیک
ہر چہ ترنا قابلے در صلب آدم دیدہ بود
حاش شدہ بودت در صلب آدم است
چرخ در آرایش ہنگامہ عالم نکرد
زاکہ حرفے - زانچہ گنم - خاطر مہم نکرد
ہیچ در تسکین نیزہ و در زشت کم نکرد
زان سبب البیس ملعول سجدہ بر آدم نکرد
پیش ہر کس گفتم این اندیشہ باہم نکرد

ایازیاں زودہ غالب کہ از صدیقہ بخت
چو لازم ست کہ پروردگار تا دم مرگ
چراست اینکہ زاری ز راز سیاہ و سفید
غیر سد تو خار و خنجر پیچ سبیل
بود بر رزق ضروریہ عباد کفیل
چراست اینکہ نیابی برا ز کثیر و طویل

قنادہ در سراسر شتہ عقدہ - ورنہ
ز چند سال بزرگ توہ تباہی رزق
خزشتہ کہ وکیل ست بر خزان رزق
دوم فرشتہ کہ یادش بنجبہ بقول باد
لطیفہ کہم از قول شاعرے نصیب
"اگر خدا سے بدانکہ زندہ تو ہنوز
نہ مردہ تو - ورنے رازق العباد تمیل
شدت حکم خود از پیگاہ رزق علیل
نکردیچ توقفت بر رزق در تعطیل
روانداشت در ابلاک شیوہ تمیل
کہ در لطیفہ مر اورا کسے نوہ عدیل
ہزار شت نہ برد بان عزرائیل"

یا آدم زن - بشیطان طوق لعنت
و ایسکن در اسیری طوق آدم
سپر دند از رہ تکبیرم و ذلیل
گراں تر آمد از طوق عزرائیل

اب ہم مرزا کی ایک نظم کا مقابلہ دورہ اکبری کے ایک نہایت ممتاز اور نامور شاعر کے کلام کے ساتھ کرتے ہیں۔ مرزا کے قصائد و قطعات و مسطعات وغیرہ میں صرف ایک نظم ایسی ملی ہے جسکا مولانا نظیری نیشاپوری کی نظم سے بخوبی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ نظیری نے جلال الدین اکبر کے بیٹے سلطان مراد کا جو عقوان شباب میں گذر گیا تھا ایک مرثیہ ترکیب بند میں لکھا ہے جو اسکے کلمات میں موجود ہے اور چونکہ نظیری کو اسکے ساتھ نہایت خصوصیت تھی اور اسکی شان میں نظیری نے متعدد قصیدے لکھے ہیں اور گراں بہا صلے انکے جلد میں پائے ہیں اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ نظیری نے اسکا مرثیہ کمال صدق دل سے لکھا ہے۔

ظاہر
بیر
تو

ظاہر
بیر
تو

تو

مرزا نے بھی مرحوم بہادر شاہ کے بیٹے فرخندہ شاہ کا۔ جو عین نشرو نما کے زمانے میں فوت ہو گیا تھا۔ مرثیہ اسی بحر کے ترکیب بند میں لکھا ہے جو مرزا کے کلیات میں موجود ہے۔ چونکہ دو نو ترکیب بند تیسری شہزادوں کے مرثیہ میں لکھے گئے ہیں اور دونوں کا وزن متحد ہے اور ہر ایک میں سات سات بند اور دونوں کا ہر ایک بند آٹھ آٹھ بیت کا ہے اس لئے ہم یہ دونوں نظمیوں متقابل یکدگر لکھے دیتے ہیں تاکہ ہر شخص جو فارسی شاعری کا مذاق صحیح رکھتا ہے وہ دونوں میں باسانی موازنہ کر سکے۔ مگر افسوس ہے کہ کلیات نظیری کا کوئی صحیح نسخہ ہرگز دستیاب نہیں ہوا لہذا جیسا کہ لکھا ہے پایا نقل کر دیا گیا ہے چنانچہ پہلے بند کے بعض شعر بالکل سمجھ میں نہیں آئے جنکی نسبت منق غالب یہ ہے کہ ان میں کتابت کی غلطی رہ گئی ہے۔

غالب

نظیری

ایمل بچتر ز خشم عداوت نگار شو	لب خوش نگشتہ خندہ رہ چنگ میزند
اسے چشم از تراوش دل آشکار شو	در بزم مرگ خندہ بر آہنگ میزند
اسے خون بیدہ در دگر از جگر فرست	ہرگز زمانہ جامہ ماتم پروں نکرد
اسے دم بسینہ دو در چراغ فرار شو	نارفتہ شب بدامن شب چنگ میزند
اسے لب بوزخ تالہ جانگاہ سازد	وقت گذشتہ را بتاستف زبے معروض
اسے سر لہفتہ خاک سر بگزار شو	کایچانٹ اطگام بفرنگ میزند
اسے خاک ارجح گزرتوان ز در جادہ	ایں دہر روز کو رکش آیام خصم باد
اسے چرخ با خاک گزرتوان شد غبار شو	دست طمع بگیسوی شہرنگ میزند

نظیری

غالب

دست اجل تیغ سیاست بیدہ با	اسے نو بہار چوں تن بل بخت نغلا
از خاک تھنر و دہن تنگ میزند	اسے روزگار چوں شبے ماہ تار شو
آرایش بجازہ دوستار میکند	اسے ماہتاب وی بسیلی کبود کن
گوئی کہ گل برا خضر اورنگ میزند	اسے آفتاب دماغ دل روزگار شو
ایں چرخ شخ دیدہ عجبے بصارت	اسے قندہ با صبح وزیدہ اس قدر شب
بر جام عشرت کہ بہ بیس سنگ میزند	اسے رتخیز وقت رسید آشکار شو
فرزند شاہ اکبر والا ترا در مرد	آہ آیں چیل بود کہ مار از سر گذشت
شیوں بر آوردید کہ سلطان مراد مرد	تہناز سر ملو کہ ز دیوار دور گذشت

مرزا کے بند میں الفاظ بہت پر شوکت و شاندار واقع ہوئے ہیں اور کوئی شعر صنعت شاعری اور شاعرانہ تراکت سے خالی نہیں ہے مگر واقعہ کی عظمت جس قدر کہ بیان ہونی چاہیے تھی اس سے برات زیادہ ظاہر کی گئی ہے بخلاف نظیری کے کہ اسکا بیان اگرچہ دلچسپ و پیکاس معلوم ہوتا ہے مگر تنانت اور اعتدال کا رشتہ اتنے کمیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

بند دوم

غالب

نظیری

بگذر کہ برسن تو حفا کرد روزگار	آفاق پر درینج وہماں ز پندار است
با باد شاہ عمدہا کرد روزگار	ایں روز مرگ نیست کہ روزی سیاست

غالب

شاہ جن سرا کے مخمور نواز را
 در بزم عیش نوحہ سرا کرد روزگار
 شانے کہ بود موسم آتش کہ برود
 از نخل عمر شاہ جسرا کرد روزگار
 مرگ اینچنین رخ و تن تا زک نذیر بود
 کام آجسب بیدہ روا کرد روزگار
 شہزادہ خرد سال جو بود روزگار پیر
 شرمی بشا ہزارہ چسرا کرد روزگار
 فرزند پادشہ نشا سہ معانقہ
 انخوش گور بہر چہ وا کرد روزگار
 اسے آن کساں کہ خاک زہ شہرا را
 توجیہ آبرو سے شہا کرد روزگار
 ہر چند بے اہل نتواں بیج گاہ مرد
 آتش بخود زیند کہ فرخندہ شاہ مرد
 یہ دونوں بند سادگی اور مرتبت میں تقریباً برابر برابر ہیں۔ البتہ نظیری کے بند کا چوتھا شعر

نظیری

حلقے پر اضطراب چہ جای تکنت
 دہرے پر انقلاب چہ جای قامت
 ایں ماتم کسے ست کازگر تہ تابستر
 بر جیب صبح و در من شہا علامت
 خون می کند بجاوہ دل خلق گویا
 نخل جنازہ رستہ ازل نخل قامت
 ہر کس چنیں جلال در آرد پشتر گاہ
 رضواں گرتن شست ہر دگر قامت
 دل از نوید صحت او بزم سور بود
 اکنون ہر اسے ماتم و کوی علامت
 یاراں! عجیب کاری از دست داوہام
 بر سر زیند دست کہ وقت زندہ است
 شہباز با پریدہ رہ آساں گرفت
 مرغ زفتہ است کہ دیگر تو اں گرفت

جس رتبے کا ہے ایسا کوئی شعر غالب کے بند میں نہیں ہے۔

بند سوم

غالب

نظیری

اسے قوم باخیش را بشکلیہ امتحاں کنید
 ایں کار را بشیوہ کار آگماں کنید
 طفلت شاہزادہ دورہ خطر بیست
 منغش ز غم رہروی آنجاں کنید
 از سیوہ دگل اپنے دلش خواہاں وہید
 از جیلہ انچہ رای شہا باشد اں کنید
 ہر حرف دل نشیں کہ گوئید نشخورد
 اں گنتہ را بعبودہ خاطر نشاں کنید
 در خود ز رفتن نتوانید بازداشت
 بخود شوید و جامہ ویرد تھاں کنید
 گیرید مشنہ در کف و ہم بر جگر زیند
 تا سینہ را ز دیدہ فرداں خوچکاں کنید
 ز شمار پیش شاہ گوئید و بچنبہ
 تابوت را بجانب مقررہ اں کنید
 اسے بزم تیرہ مارغ چوں ارغواں کجاست
 دسے بزم دہمی! شہر گیتی شتاں کجاست
 شوق سجد و حرمت تعظیم کترست
 اں ناز صدر و سرکشی آستاں کجاست
 امر فرغتم بہ سند شاہی نشستہ است
 پہلو نشین خسرو ہند و شتاں کجاست
 اں حکم ہا کہ بود از و آب کار کو؟
 داں کار ہا کہ آمد از دہوی جاں کجاست
 دلما برا ز غم ست غزراں اچہ واقع است
 یک دل تکلفتہ نیت خوشی ہجاں کجاست
 ہر جا بسوگ مرگ گروہے نشستہ اند
 زیں غم کہ عام گشت نہ از ماماں کجاست
 برگ و شکوہ فرخیت۔ نثر از کجا خرم
 بشگت شاخ و برگ۔ مر آشتیاں کجاست

غالب

نظیری

اسے اہل شہر میں این دو ماں کجاست؟
 خاتم نیرق خواہیگہ خسرواں کجاست؟
 کس راسرود در خورایں تفریت بنود
 پیدا کنید کا قول این داستان کجاست
 خلقے بشیون اندو لگویند حاجت
 صبر سخن شنیدن تاب بیاں کجاست
 آفاق در مصیبت او متحن مشدہ
 این مرگ باعث الم مردوزن شدہ

اس بند میں نظیری نے برخلاف پہلے بندوں کے ڈوسٹ زیادہ کر کے ہیں نظیری کا بند بابت
 میں شاید مرزا کے بند سے کسی قدر فائق ہو کر مرزا کے بین نہایت دل خراش ہیں متوفی کی
 نسبت یہ کہنا کہ وہ کم عمر اور نا تجرب کار لڑکا ہے اور راہ میں بہت خطرے ہیں اسکو جانے سے
 روکو وہ جو کچھ مانگے اسکو دو اور جو بہانہ مناسب سمجھو وہ کر دو اور اگر سیدی طرح وہ کہتا نہ مانے
 تو اسکو سختی سے سمجھاؤ اور اگر وہ بھی کام نہ کئے تو روڈ اور پیٹھ اور کپڑے پھاڑو اور چٹاں کر دو
 اور چٹیں کر دو اور بادشاہ کو اطلاع کئے بغیر تابوت مرقد کی طرف لجاؤ؛ یہ تمام پیر کے بیان کے
 نہایت موثر اور دل خراش ہیں اور گڑھ کا شہسار سے بند کا پختہ ہے۔

بند چہارم

غالب

نظیری

زناں سنبہ خفا کہ بر شیخ او ناویدہ ماند
 غمخاست - در پیالہی از ساغر انگنید

غالب

نظیری

گروے بدل نشست مجارے بیرون
 بتانیاں با تم شہزادہ بخود اند
 زیں شو بود کہ پیرین گل دیدہ ماند
 خوش گشت و در دل مجرودستان قنار
 آن بادہ ہائے ناب کردنا کشیدہ ما
 در مع شاہزادہ سخن ہائے دلپذیر
 در داکم گفتہ دم نامشہیدہ ماند
 در داوی عدم تو ان رفت با شرم
 ماند آنچه بود و صاحب عالم جریدہ ماند
 زان گلبنے کہ صرصر مرگش ز پانگند
 خارے بیادگار بد لہا خلیدہ ماند
 اطلاق شاہزادہ بود نشین خلق
 بوسے از ان شگفتہ گل نوریدہ ماند
 آن سر و سایہ دار کہ با شش نبود کو؟
 واں نو گل شگفتہ کہ عارض نبود کو؟

اس بند میں مرزا کا بیان صفائی اور سادگی اور لطافت میں نظیری کے بیان سے سبقت

شد بزم تیرہ - پر وہ ازاں منج بر انگنید
 شمعے کہ دہر روشن بود - مردہ است
 پروانہ را برید و بجا کستہ انگنید
 در خانہ اش ز حلقہ ساتم خرام نیست
 اس حلقہ را ز صحن سرا بردہ انگنید
 ریحان جلوہ لاسن عشوہ ریختہ
 چینید و ہم بر آن قد جاں و انگنید
 بالیس ز تاب کا کلاش اشتغال کشید
 کوہ کنید و عسبہ در کشور انگنید
 رفت آن سرے کہ تلج باوسر فراز بود
 بر سر کنید خاک و کلاہ از سر انگنید
 پوشید چند جامہ نیلی ز جوہر جرج
 بر آفتاب جامہ نیلو فر انگنید
 خیز بہ تاباں سرتابوت دم ز نیم
 عضے کنیم و کارودا عیش ہم ز نیم

لے گیا ہے جیسا کہ اصحاب ذوق پر پوشیدہ نہیں ہے۔

بندِ پنجم

غالب

نظیری

دستے ست ای سپہر تار دستگری	رفتی و کار باہمہ درسم گذشتی
بارے بر ہم ز جو تو پیش کہ داری	آشتنگی بر مزم عالم گذشتی
نیز نگ ساز چرخ کہ بیداد خوبی است	جانمای غم رسیدہ دولہای بقرار
با گل کند سمومی و با شاخ صحری	در پیچ و تاب طرہ پر حسم گذشتی
داغ ز روزگار کہ شہزادہ بر خورد	از تو بخبار بردل بیگانہ نہ بود
از خوبی و جوانی و فرخندہ گوہری	بہرچہ بردل پر ایس غم گذشتی
حیعت ست خردش کہ در ایام کودکی	روز و شب بر ہم خنکیت ستادہ بود
بود او ستا و قاعدہ بندہ پر وی	در زین خویش اشتبہ اوجم گذشتی
شہ دروہ و دو سالگی کش کردہ کہ خدا	شمع قرار و خشت کند سائتی قبول
با فرخسروانی و قراب قیسری	رخسار تخت و طرہ پر ہم گذشتی
ناگاہ روز نامہ عمرش دریدہ شد	ہمت ترا بہ ملک نیاد و سرفرو
امضا پذیر نا شد و تویع شوہری	عالم بہر کہ خواست مسلم گذشتی
جز نوع و دس صاحب عالم نیافتند	حرمت نگاہ داشتی و جای خویش را
دو تیرہ کہ بیوہ کنندش بدستری	بہر برادران مفتدم گذشتی

زیبائی و جوانی فرخندہ شاہ حیثیت
خون ست بے تو گم ہوا جان دل است

اں نو نہال سر و قد کج گلاہ حیثیت
ہزل کہ بے تو خوں نشو سنگ است

اگر چہ دو نو بند چنی اپنی جگہ نہایت ملیح ہیں مگر ثنات و جزالت کے لحاظ سے نظیری کا پتہ غالب معلوم ہوتا ہے۔

بندِ ششم

غالب

نظیری

اے رہ نور و عالم بالا چگونہ	اے شاہ مصر دور ز کفان چگونہ
ما بے تو در ہم تو بے ما چگونہ	اے یوسف از جدائی انوال چگونہ
از سایہ در غم تو سہ پوشش شد ہما	ہر گاہ جلوہ کردہ تقاضا چہ میکنی
اے خفتہ و دشمن عنفت چگونہ	با حسن شوخ در تہر زندان چگونہ
زان پس کہ با تو آج ہوا ای جہاں است	اسکندر از عزم تو بطلت نشست است
در روز خضر جنان بہ تماشا چگونہ	در زیر گل تو چشمہ حیراں چگونہ
با گل خان دہر و فاسے نداشتی	اے پارہ زجان و جگر گشتہ پیر
با حوریان آئہ سیمہ چگونہ	گشتہ جدا ز دیدہ و دامان چگونہ
ما بخوداں بجلتہ ماتم نشستیم	ما بارے از فراق تو در خون دیدہ ایم
از خوشبختی بگوسے کہ تماشا چگونہ	تو در میان روضہ رضواں چگونہ
بے مطرب و ندیم و غلامان سخن رسال	آواز نو طبع و دل شفتہ می کند

غالب

بے باغ و قلعه دل ب دریا چگونہ
بعد از تو شاہ خیل ترا بر قرار داشت
ایجا عنبریز بودہ آنجا چگونہ
اسے بعد مرگ راتہ خوار تو عالمے
پروانہ چسپ مرغ مرز تو عالمے

نظیری

اسے بخت خوش خواب پریشان چگونہ
ایجات کار دستہ و دیوان حاد بود
آنجا بگونہ پریش دیوان چگونہ
ظلم سبک ثبات ترا آنجا زینتم ست
در بحر گل تو نظیرہ باران چگونہ
باشند کہ باگ بہر تو بر حشر می زینند
تا بنگریم در صفت دوراں چگونہ
چوں کار رنگان گرنیت کار تو
مخشر ستاب میکند از انتظار تو

اس بند میں بھی نظیری کے ہاں دو شعر معمولی تعداد سے زیادہ ہیں۔ نظیری کا یہ بند اس کے تمام ترکیب بندی کی جان ہے اگرچہ مرزا کے ہاں اس بند میں نظیری کے برابر بلند شعر نہیں ہیں مگر کیفیت کا رنگ نظیری سے بڑھ کر پایا جاتا ہے۔

بند ہفتم

غالب

گفتار را بنوحہ گری چیدہ ام اساس

نظیری

فردا کلاہ پادشہی بر سر تو باد

✽ ناندان تیموریہ میں دستور تھا کہ خاص بادشاہ کی اولاد میں سے جب کوئی شاہزادہ مریانا تھا تو اسکی خواہ اور شوکر جا کر اور اسکی سارہ سورتی رہتی تھی ۱۱

غالب

در فوج شاعری مکنید از من التماس
در پردہ سنجی از دم خویشم رسد گزند
در ہروی دسایہ خویشم بود ہراس
من نیسان و چرخ سیدہ کاسہ نینرناں
دردی خور ہلاکم و تلخاہ نوش یاس
باقی نماندہ اشک چہ گریم بہای ہای
از کار رفتہ دست چہ بر تنم لباس
سر حلقہ پلاس نشینان ماتم
اندوہ ہمدان شہ از خود کم قیاس
چوں بود نرم ماتم شہزادہ بے خروش
من دم زدم تیغ نوالی بریں پلاس
از نوحہ عرض لطف سخن میتواں گرفت
غالب سخن سرای شہنشہ سخن شناس
یارب جہاں زینفن تو بارگ و ساز باد
عمر ابو ظفر شہر عازی دراز باد

نظیری

رسم الحسمل بر روز جزا دفتر تو باد
فردا کہ روز حشر بر انگیزی از زمین
دوش و کنار حور و پری محشر تو باد
روزی کہ کار باہر موقوف حق شود
جیریل کار ساز و خدا یا دور تو باد
وقت سوال گوش دل ب مکر و نیکر
پرا از قبول نکتہ جاں پر دور تو باد
آن جلد کہ آدم از دوزخ قدر یافت
گر رحمت دو کون بود در بر تو باد
مجموعہ عمل چو یہ محشر در آورے
کار تو راست بچو خط مسطر تو باد
منقرا ز بخور روی فرات مسطر ست
بوسہ بہشت ہم نفس محسبہ تو باد
آدم بہاے تو نشا سد دریں جہاں
تسبیح قدس در دل کال گہر تو باد
نخل ریاض ملک کہ باب غریب تست

فیضی

سر سبز از دعا سے ثنا گستر تو باد
کارش بہ حسن شاہ فرخندگی بود
ہر خند بر تو مرگ - بروز زندگی بود

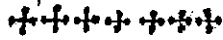
اس بند میں بھی فیضی کے ہاں دو شعر معمولی تعداد سے زیادہ ہیں انہوں نے کہا اس وقت کتاب کے چھپنے کی جلدی میں ہلکوار قدر مہلت نہیں ملی کہ کلیات فیضی کے صحیح نسخہ کے ملنے کا انتظار کیا جاتا اور بعد کامل طبعیوں کے اس کے ترکیب بند میں جو اشعار صل طلب تھے انکی شرح کیجاتی جس سے ناظرین کو دو نو ترکیب بندوں میں موازنہ کرنے کا زیادہ موقع ملتا لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ اگر اس کتاب کے دوبارہ چھپنے کی نوبت آئی تو بشرط زندگی اس نقصان کی تلافی کی جائے گی۔

اب ہلکوار کی کلیات نظم فارسی میں سے صرف مثنوی کا نمونہ دکھانا باقی رہ گیا ہے۔ اگرچہ پہلے حصے میں کہیں کہیں مختلف مثنویوں کے کچھ کچھ اشعار نقصان سے بچنے کے موافق نقل ہو چکے ہیں مگر نمونے کے طور پر یہاں بھی ایک دو تمام کسی مثنوی کا دکھانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مرزا نے کوئی مبسوط مثنوی نہیں لکھی اس کے کلیات میں گیارہ مثنویاں ہیں جن میں سب سے بڑی مثنوی ۹۲۸ بیت کی ہے اس مثنوی میں جبکہ نام مرزا نے ابرگہر یار رکھا تھا۔ ان کا ارادہ آنحضرت صلعم کے غزوات بیان کرنے کا تھا مگر چونکہ یہ انکی آخری تصنیف تھی اور اخیر عمر میں طرح طرح کے عوائق اور مواعظ پیش آئے اس وجہ سے غزوات کے شروع کرنے کی نوبت

نہیں پہنچی باصرف دینا چاہے چند عنوان لکھنے پائے تھے کہ مرویات روزگار نے گھیر لیا مگر یہ مثنوی انکی تمام مثنویوں میں ممتاز ہے اور ہم اسی مثنوی کے کچھ اشعار توحید میں سے اور کچھ اشعار مناجات میں سے جو نہایت آواز آواز اور زندانہ طور پر لکھی ہے اور کچھ نعت میں سے اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

از توحید

سپاسے کز نامہ نامی شود	سخن در گزارش گرامی شود
سپاسے کہ شوریدگان السنث	دہندش بیابگ قلم دل نردست
سپاسے پوزش در آئینتہ	زدل جتہ و بادل آوینتہ
سپاسے دونی سوز کثرت زباے	سپاسے دل افزویش فراے
خدا را سزد کردوں پروری	پدیں شیوہ بخشہ شتا سادری
خدا سے کہ زان گو نہ روزی دہد	کہ ہم روزی دہم دوروزی دہد



رضا جوے ہر دل کہ در نہیں است	ہوا خواہ ہر رخ کہ گردیش است
ترخند زان جوہ خواہستہ گان	نیاید ستوہ از پنہا ہستہ گان
خرد جنس ہستی فروشتہ گان	دہد مزد ہیودہ کوشندہ گان
زباہ دل آنا ز دل دادگان	کشہ ناز لیکن ز اقا و گان
زباہ سے کہ بردل وزد نہ نعت	زباہ را بہ پیدا اور آرد گنفت